34

ایذاء دینے والوں سے محبت اور شفقت کا سلوک کرو

(فرمودہ ۲۰- نومبر ۱۹۳۱ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں گلے کی خرابی اور کھانسی کی وجہ سے زیادہ بول نہیں سکتا لیکن ایک سوال جو آج کل کے حالات کے مطابق جماعت کے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے اس کے متعلق مختصراً کچھ بیان کروں گا۔ پچھلے دو ماہ سے ہماری جماعت کے خلاف اس قدر ایجی ٹیشن ہو رہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں ہر دس خطوط میں سے جو مجھے آتے ہیں ایک ضرور ایسے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے کہ ہمارے علاقہ میں جماعت کے خلاف سخت شور و شر ہے بعض جگہ احمدیوں کو پیٹا جاتا ہے، گالیاں دی جاتی ہیں اور برا بھلا کہا جاتا ہے، سلسلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بد زبانی کی جاتی ہے اور یہ حالت اس حد تک ترقی کر گئی ہے کہ بعض جماعتوں کے دوست اب صبر کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ آج بھی مجھے یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی صبر کی تعلیم سے مخالف ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، صبر کے غلط معنی کئے جا رہے ہیں اور تکالیف اب ناقابل برداشت ہو گئی ہیں اگر OFFENCE کی نہیں تو DEFENCE کی اجازت اسلام ضرور دیتا ہے اور ہمیں اب اپنی مدافعت کرنی چاہئے۔ ان تکالیف کو میں بھی سمجھتا ہوں اور یہ مجھ پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ ممکن ہے اپنے اندازہ میں میں غلطی کروں لیکن میرا اندازہ یہ ہے کہ شاید ان لوگوں کو جو مظالم کا تختہ مشق بنائے جا رہے ہیں اس قدر تکلیف نہ ہوتی ہو جتنی مجھے ہوتی ہے لیکن باوجود اس کے ایک چیز ہے جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک خاص مقصد کے لئے کھڑا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کے بعض اصول جو لغو سمجھے گئے تھے اور لوگ انہیں اپنی ترقی کی راہ میں روک

خیال کرنے لگے تھے ہمارے ذریعہ خدا تعالیٰ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ ان پر عمل کرتے ہوئے بھی کامیابی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم بھی زمانہ کی رَو کے ساتھ بہہ جائیں تو ممکن ہے دشمن پر حملہ کر سکیں، اس کا سر پھوڑ سکیں بلکہ کسی کو جان سے بھی مار سکیں اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ قانون کی گرفت سے بھی بچ جائیں مگر ہمارا سلسلہ اس کے لئے قائم نہیں ہوا۔ دنیا میں پہلے بھی لوگ ایک دوسرے کو مارتے اور آپس میں سر پھوڑتے تھے مقدمات پہلے بھی چلتے تھے پہلے بھی کئی دفعہ جج یہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ مارنے والا ظالم نہیں بلکہ دراصل مظلوم اور قانون کی گرفت سے باہر ہے لیکن جو چیز پہلے نہیں ہوتی تھی وہ یہ ہے کہ خدا، رسول اور دین کے لئے قربانی نہیں کی جاتی تھی صبرو استقلال کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا تھا۔

پس میں ان حالات کو، مخالفانہ جوش کو اور اس کے نتائج کو خوب سمجھتا ہوں مگر کیا کروں قرآن کریم نے ابتداء میں ہی یہ تعلیم دی ہے اور جس جگہ رسول کریم ﷺ کے خلاف دشمنوں کی عداوتوں کا ذکر کیا ہے وہیں یہ گُر بھی سکھایا ہے کہ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[1] اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مسلمانوں کا یہ کام ہے کہ صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ استعانت کریں جس کے معنی یہ ہیں کہ صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ خدا کی مدد حاصل کی جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے مدافعت کی اجازت بھی تو دی ہے۔ میں مانتا ہوں بے شک دی ہے مگر کسی اصل کے ماتحت۔ یہ نہیں کہ افراد کو جنگ کی اجازت دے دی ہو آپ ﷺ نے فرمایا ہے اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ[2] یعنی امام ڈھال ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ہو کر لڑا جاتا ہے اس سے آگے ہو کر لڑائی نہیں کی جا سکتی۔ یہ نہیں کہ انفرادی لڑائی کو جائز کر لو اور اپنے آپ ہی DEFENCE کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ امام کا کام ہے کہ اس موقع کا فیصلہ کرے جب مدافعت جائز ہو بغیر اس کے یہی حکم ہے کہ صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل کرو۔ صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں اور محبت و شفقت کے سلوک کے بھی۔ جبھی ہم دعا مانگتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الٰہی! محمد ﷺ کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک کر یہ نہیں کہ آپ ﷺ کے لئے دعائیں کر۔ کیونکہ خدا سے بڑھ کر کونسی ہستی ہے۔ جس کے سامنے وہ دعا کرے اس لئے اس جگہ صلوٰۃ کے معنی فضل اور رحمت کے ہیں اور ہم درخواست کرتے ہیں کہ اے خدا! محمد ﷺ پر اپنے افضال اور رحمتیں نازل کر پس اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ میں بتایا

ہے کہ صبر سے کام لو، دعا سے کام لو اور پھر محبت اور سلوک سے کام لو۔ صبر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسا زمانہ ہو جس میں ایسے لوگ پائے جائیں جن پر ظلم ہوتا ہو کیونکہ صبر کے لئے ضروری ہے کہ ظالم موجود ہو اور دوسروں کے حق تلف کر رہا ہو اور صلوٰۃ کے معنے یہ ہیں کہ مومن باوجود ظلم کے شفقت اور محبت کا سلوک کرتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ تعدّی کو برداشت کرتا ہے بلکہ ظالم کے ساتھ رحمت اور حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں بھی کرتا رہتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ ذو معانی ہوتے ہیں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے قرآن کریم کے سات بطن ہیں[۳] اور جب تک کوئی معنے اس کی دوسری تعلیم کے خلاف نہ ہوں سب جائز ہیں پس صلوٰۃ کے معنے دعا کے بھی ہیں اور رحمت و شفقت کے بھی۔ آگے فرمایا وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ سے فرماتا ہے۔ جب تم یہ کہو گے کہ ظلموں پر صبر کرو اور پھر بھی دشمن سے رحم اور محبت سے پیش آؤ تو لوگ کہیں گے اس طرح ہم کچلے جائیں گے انہیں کہہ دو فرض کر لو کہ کچلے بھی گئے تو پھر کیا آخر تم نے خدا سے ملنا ہے اور تمہارا بدلہ خدا کے پاس ہے تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے اگر کوئی تمہیں مار بھی ڈالے تو بھی غم نہ کرو کیونکہ تم خدا سے ملنے والے ہو وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ پس ظلم کی حالت میں صبر کرو، دعائیں کرو اور رحم و شفقت سے کام لو۔ یہ بات فی الوقعہ بڑی مشکل ہے اور سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ انسان حقیقی تذلّل اختیار کرلے اور اس طرح کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ کے مصداق ہوں یعنے جنہیں لوگوں کی تکالیف سے گھبراہٹ نہیں ہوتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کا یقین رکھتے ہیں وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کے اعمال کے نتائج کا دن آنے والا ہے رٰجِعُوْنَ سے مراد آخری بدلہ ہے جو قیامت کے دن ملے گا اور مومن کو اس یقین ہوتا ہے۔

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بن کر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی کامیاب انسان اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یا پکا دیندار بن جائے یا پکا دنیادار۔ یہ طریق کامیابی کا نہیں کہ ایک ٹانگ دین کی طرف ہو اور دوسری دنیا کی طرف۔ ہم خدا کی جماعت ہیں اس لئے خدا کی جماعتوں والا ہی رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ تم بہادری دکھاؤ مگر یاد رکھو بہادری کے یہ معنی نہیں کہ کسی کا سر پھوڑ دو بلکہ بہادری یہ ہے کہ اپنا سر صداقت کی خاطر اگر پھوڑا جائے تو پرواہ نہ کرو ایسی حالت میں بھی میدان سے نہ بھاگو بلکہ اپنے کام میں لگے رہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزدلی کی

تعلیم ہے مگر نہیں یہ بزدلی کی تعلیم نہیں رسول کریم ﷺ کو لوگ سخت تکالیف پہنچاتے تھے مگر آپ ﷺ تبلیغ میں برابر لگے رہتے تھے اور لوگوں کی مار پیٹ سے ڈر کر اسے بند نہیں کرتے تھے وہی بات تمہارے اندر رہونی چاہئے۔ قرآن کریم میں مومن کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگ ان پر ظلم کرتے ہیں اور وہ تبلیغ حق میں مصروف رہتے ہیں۔

پس یہ مت خیال کرو کہ یہ بزدلی ہے بلکہ یہ وہ حقیقی بہادری ہے جو خدا تعالیٰ نے سکھائی ہے۔ میں نسلاً بھی کسی بزدل قوم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس نسل کا ہوں جو بارہ تیرہ سو سال تک تلواروں کے سایہ میں پلتی رہی ہے اور مذہباً بھی میں کسی بزدل مذہب سے تعلق نہیں رکھتا ہم حضرت مسیح کی جماعت کے مشابہ ہیں اور حضرت مسیح وہ تھے جنہوں نے کہا کہ میں صلح کرانے کے لئے نہیں بلکہ تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں۔ پس ہم بھی تلوار چلانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر وہ تلوار لوہے یا فولاد کی نہیں بلکہ دلائل کی ہے ہم یہ کبھی نہیں کر سکتے کہ اپنے عقائد میں کسی قسم کی تبدیلی کر دیں۔ بزدلی اس کا نام تھا کہ لوگوں سے ڈر کر اپنے عقائد ترک کر دیتے اس کے لئے ہم کسی صورت میں تیار نہیں۔ مگر میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ صلح اور محبت کا طریق اختیار کرو' ماریں کھاؤ' تکالیف برداشت کرو لیکن اپنا کام نہ چھوڑو۔ اگر دنیا کہے تبلیغ نہ کرو تو اس کی بات مت مانو خواہ سنگسار ہی کر دیئے جاؤ حتیٰ کہ جو تمہارا امام ہے خواہ مقامی اور خواہ جماعت کا وہ یہ فیصلہ کر دے کہ اب برداشت کرنا خودکشی کے مترادف ہے ایسی حالت میں بے شک مقابلہ کرو اور اس صورت میں اگر مارے بھی جاؤ گے تو شہید ہو گے لیکن اس حالت سے پہلے مقابلہ کرنا سلسلہ کے لئے بھی اور خود تمہارے لئے بھی بدنامی کا موجب ہو گا۔

پس میں آپ لوگوں سے جو مشکلات میں ہیں (یہ اتفاقی امر ہے کہ میں آج جماعت لاہور کو مخاطب کر رہا ہوں۔ اگرچہ یہاں ابھی ایسے حالات پیش نہیں آئے اگرچہ عین ممکن ہے کہ کل یہاں بھی ایسے ہی حالات پیدا ہو جائیں اور اگر نہ بھی ہوں تو بھی بہر حال بالقُوَّة تمام مومن اس تکلیف میں شریک ہیں جو ان کی کسی جماعت کو پہنچائی جا رہی ہے اور اس لحاظ سے گویا یہ مصائب سب پر آرہے ہیں) کہتا ہوں کہ خوب یاد رکھو تکلیف کا علاج خدا تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ صبر سے کام لو دنیا تمہیں دبانا چاہے تو ہرگز مت دبو۔ لیکن جس شرارت سے دشمن تم پر حملہ کرتا ہے تم نہ کرو مگر ساتھ ہی اپنا کام ہرگز نہ چھوڑو۔ اگر جماعت میں کوئی ایسا دوست ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں روزانہ چھ سات گھنٹہ اپنی نوکری یا دوسرا کوئی کام کرنے کے بعد بھی تبلیغ کیلئے اپنے اردگرد کے

لوگوں کے پاس گیا- لوگوں نے مجھے گالیاں دیں مارا پیٹا مگر میں پھر گیا- مجھ پر اور میرے دین پر دل آزار حملے کئے گئے مگر میں پھر بھی گیا اور پھر بھی میرے پاس وقت بچ رہا ہے تو بے شک میں سمجھوں گا اس کے پاس لڑائی کے لئے بھی وقت ہے- لیکن جب ہمارے پاس اتنا بڑا کام ہے تو لڑائی کی ہمیں فرصت ہی کہاں ہو سکتی ہے میں یہ کس طرح مان لوں کہ ایک شخص تبلیغ کے لئے تو وقت نہیں نکال سکتا مگر لڑائی کے لئے اسے وقت مل سکتا ہے- اگر تم اسلام کے لئے اپنی عزت اور جان قربان کر دینے کا دعویٰ کرتے ہو تو وقت کی قربانی کیوں نہیں کرتے- جس کے لئے میں بار بار اپیلیں کرتا ہوں روپیہ کیوں نہیں دیتے جس کے لئے بار بار اپیلیں کرتا ہوں جان اور روپیہ بہر حال وقت سے زیادہ قیمتی ہے- زندگی ساٹھ یا ستر سال یا کم و بیش عرصہ تک سانس لینے کا نام ہے اور جب ایک شخص دین کے لئے ایک گھڑی بھر وقت نہیں دے سکتا تو میں کس طرح مان لوں کہ وہ سنجیدگی سے کہہ رہا ہے کہ دین کی خاطر اپنی جان دینے کے لئے آمادہ ہے- ایسا شخص خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے- یا یوں کہہ لو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ روزانہ دو گھنٹے بھی تبلیغ کے لئے نہیں دے سکتا- تم میں کتنے ہیں جو روزانہ اپنے محلہ میں یا اردگرد کے گاؤں میں جا کر پیغام حق پہنچاتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں- اسے میں تبلیغ نہیں سمجھتا کہ دوسری گفتگو کے دوران میں کبھی احمدیت کا ذکر بھی آگیا بلکہ تبلیغ یہ ہے کہ خالص طور پر تبلیغ ہی کی جائے اور اسی نیت سے دوسروں کے پاس جایا جائے یہ نمونہ اپنے اندر پیدا کرو اور پھر دیکھو کس طرح چھ ماہ کے اندر ہی دنیا میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے- اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس حالت میں یہ جماعت میرے سپرد ہوئی تھی اس سے ہر حالت میں ترقی ہی ترقی کر رہی ہے- جب میں خلیفہ ہوا تو مردم شماری کے کاغذات میں پنجاب کے اندر احمدیوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی پھر دوسری مردم شماری میں اٹھائیس ہزار ہوئی اور اب کے خدا کے فضل سے چھپن ہزار ہے- اگرچہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ یہ غلط ہے اور جماعت اس سے بہت زیادہ ہے- ہندوستان کے بعض دوسرے صوبوں میں تو جماعت میرے ہی زمانہ میں قائم ہوئی ہے اور پنجاب جو سلسلہ کا مرکز ہے اس میں بھی سرکاری رپورٹ کے مطابق جماعت دوگنی ہو گئی ہے اگرچہ یہ صحیح تعداد نہیں اور جماعت اس سے بہت زیادہ ہے اور دوسرے ممالک میں بھی ساری جماعتیں میرے ہی زمانہ میں قائم ہوئی ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کو میرے ہاتھ میں ترقی دے رہا ہے- پس کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہ کرو اور اپنے اوقات کو ایسے رنگ میں خرچ کرو کہ وہ زیادہ سے زیدہ فائدہ کا

موجب ہو سکیں۔ کسی کے ساتھ لڑائی خواہ اس کا نام دفاع ہی کیوں نہ رکھو بغیر موقع محل کے نہ کرو رسول کریم ﷺ نے مکہ کی زندگی اور پھر مدینہ کی ابتدائی زندگی میں ہرگز کوئی مقابلہ نہیں کیا پھر دیکھو مدینہ میں عبداللہ بن ابی مشہور منافق نے آپ ﷺ کی گردن میں پٹکہ ڈال دیا مگر آپ ﷺ نے ہرگز لڑائی نہیں کی بلکہ برداشت کیا حالانکہ آپ ﷺ کے پاس طاقت تھی پھر اس نے یہاں تک کہا کہ ہمیں مدینہ پہنچ لینے دو وہاں جاکر ہمارا معزز ترین آدمی یعنی میں ذلیل ترین یعنی محمد ﷺ کو نکال دے گا اس وقت بھی رسول کریم ﷺ نے کسی قسم کا دفاع نہیں کیا حالانکہ ہر قسم کی طاقت حاصل تھی تو ہر حملہ کا دفاع ضروری نہیں ہوتا اور حملہ کرنا تو ہر حالت میں اسلام میں ممنوع ہے ہاں دفاع جائز ہے مگر امام کے ماتحت ہو کر۔ حملہ تو اگر امام بھی کرے گا تو وہ خدا کی گرفت کے نیچے ہوگا اور دفاع بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممنوع ہے سوائے اس کے کہ امام کے حکم کے ماتحت کیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم نے صبر کا وہ نمونہ دنیا کو نہیں دکھایا اور ابھی وہ مصائب ہم پر نہیں آئے جن سے دنیا متاثر ہو۔ ہمارے افغانستان کے بھائیوں نے وہ نمونہ دکھایا تو دیکھو کس طرح ساری دنیا اس سے متاثر ہو گئی۔ ہماری تو ابھی وہی حالت ہے جیسے باپ کی کمائی بیٹا کھاتا ہے ابھی افغانستان کے بھائیوں کی قربانیوں سے ہی ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں آپ لوگوں میں سے ابھی کسی نے جان نہیں دی افغانستان کے بھائیوں کی قربانیوں سے ہی فائدہ اُٹھایا جارہا ہے۔ پس ہر موقع پر صبر' اخلاق اور شفقت کا نمونہ دکھاؤ اور ایسا نمونہ دکھاؤ جو دوسروں پر اثر کئے بغیر نہ رہے۔ جو شخص گھر میں آرام سے بیٹھا ہے اور اسی کا نام صبر رکھتا ہے وہ جھوٹا اور بزدل ہے۔ صبر کے معنے یہ ہیں کہ اپنا کام بھی بند نہ ہو اور دشمنوں کے مظالم بھی برداشت کئے جائیں۔ ممکن ہے کوئی شخص یہ خیال کرے کہ یہ لوگ قادیان میں آرام سے بیٹھے ہیں اور انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا سب مصائب باہر کی جماعتوں کے لئے ہیں مگر یہ خیال کرنا غلطی ہے۔ جس شہر کی جماعت سمجھتی ہو کہ اسے بہت زیادہ گالیاں دی جاتی ہیں وہ اگر سارے سال کی گالیاں جمع کرے تو بھی ان سے کم ہونگی جو مجھے ایک دن میں ملتی ہیں۔ پھر منافقوں اور بیرونی دشمنوں کی فتنہ انگیزیاں ایسے حالات پیدا کر دیتی ہیں کہ عین ممکن ہوتا ہے قادیان کو دارالحرب بنادیں۔ کانگرس کی تحریک سول نافرمانی کے دوران میں چار پانچ لوگ ایسے وہاں آئے جن کا مقصد سوائے شرارت کے اور کوئی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ مدراس کے علاقہ کا ایک کانگرسی ہندو ملنے کے لئے آیا اور اس نے اصرار کیا کہ مجھے بالکل علیحدہ ملاقات کا موقع دیا جائے میں نے کہا کہ ہمارا دستور ہے کہ سیکرٹری کی

موجودگی میں ملاقات ہو مگر وہ نہ مانا اور آخر جب پوچھا کہ ملاقات کی غرض کیا ہے تو چونکہ اس سے کوئی معقول جواب نہ بن سکا اس لئے اس نے کہہ دیا کہ میں اپنی جائداد کے متعلق مشورہ کرنا چاہتا ہوں اب سوچنا چاہئے کہ مدراس کے ایک کانگرسی ہندو کو اپنی جائداد کے متعلق مجھ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت تھی- ایسے لوگ متواتر قادیان میں آتے رہے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ جب سے گاندھی جی آزاد ہو گئے اور سول نافرمانی بند ہو گئی ہے اس وقت سے کوئی ہندو ایسے مشوروں کے لئے میرے پاس نہیں آتا- بعض ہندوؤں کے دلوں میں بھی خدا تعالیٰ بات ڈال دیتا ہے اور وہ مجھے اطلاع دے دیتے ہیں کہ آپ کے متعلق فلاں منصوبہ کیا جارہا ہے اور کئی ایک نے ایسی اطلاعات دی ہیں- تو یہ بالکل غلط ہے کہ ہم قادیان میں امن سے بیٹھے ہیں- میں نے کہا ہے کہ جتنی گالیاں کسی ایسی جماعت کو جہاں مخالفت پوری شدت پر ہو سال بھر میں ملتی ہیں اس سے زیادہ مجھے ایک دن میں ملتی ہیں بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ صوبہ بھر کی گالیاں بھی مجھ سے کم ہیں اور ان حالات میں ہمارے لئے بھی صبر کا بہت موقع ہے آپ لوگوں سے زیادہ گالیاں اور مصائب ہم کو اٹھانے پڑتے ہیں دشمن کی نظر افراد پر نہیں ہوتی بلکہ لیڈر پر ہوتی ہے پھر اس کی نگاہ خدا پر نہیں ہوتی اور وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ سلسلہ الٰہی ہے اور خدا اس کا بانی ہے-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سمجھا جاتا تھا کہ اگر آپ کو مار دیا جائے تو سب کام بند ہو جائے گا- پھر آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے متعلق یہ خیال تھا پھر میرے متعلق پہلے تو یہ کہا جاتا تھا کہ یہ بچہ ہے مگر اب کہتے ہیں بہت ہوشیار آدمی ہے اگر یہ نہ ہو تو سلسلہ فوراً مٹ جائے حقیقت یہ ہے کہ الٰہی سلسلوں کو مٹانا انسانی کام نہیں مگر دشمن یہ خیال نہیں کرتا- جو لوگ سیالکوٹ کے جلسہ میں موجود تھے وہ جانتے ہیں کہ سب پتھر مجھ پر ہی پھینکے جارہے تھے اور وہی لوگ زخمی ہوتے تھے جو میرے ارد گرد تھے ممکن ہے اتفاقاً کسی اور کو بھی چوٹ آگئی ہو مگر مارنے والوں کا نشانہ میں ہی تھا مخالفوں کو اتنی عداوت آپ لوگوں سے نہیں جتنی مجھ سے ہے یا جو پہلے اُئمہ سے تھی یا آئندہ سے ہوگی گالیاں اور خطرات مجھے آپ لوگوں سے کہیں زیادہ ہیں مگر میرا یہ کام نہیں کہ شور مچاتا پھروں آپ لوگ بھی ہمت سے کام لیں- خوب یاد رکھو کہ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ہی اصل نمونہ ہے پس مخلوق پر ثابت کرو کہ تم بزدل نہیں ہو- جنگ احد کے موقع پر رسول کریم ﷺ صحابہ کو لے کر ایک محفوظ مقام پر بیٹھے تھے کہ ابو سفیان نے پکارا کیا تم میں محمد ﷺ ہے- آپ نے فرمایا جواب مت دو- پھر اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا مگر آپ ؑ نے فرمایا جواب مت دو۔ اس پر اس نے خیال کیا کہ یہ سب مارے گئے اور کہنے لگا اُعلُ ہُبُل اسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضبط نہ کر سکے اور فرمایا اب بولو۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔[4] اپنے نفسوں کی خاطر تو ضبط سے کام لیا مگر جونہی خدا کا نام آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہ رہ سکے۔ یورپین مصنف یہ تو لکھتے ہیں کہ آپ ؑ پہلے اس وجہ سے نہ بولتے تھے کہ خطرہ تھا مگر آگے یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت نے کیوں خاموشی گوارہ نہ کی۔ دشمن خطرہ سے بچنے کے لئے غیرت کا ذکر نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ خدا کا نام جب سنا تو سب خطرات کو آپ نے فراموش کردیا۔

پس جماعت کو چاہئے صبر' استقلال اور ہمت سے کام لے اور اپنی کوششوں کو بھی زیادہ کرے۔ تم میں سے ہر ایک دنیا کو بتادے کہ مومن بزدل نہیں ہوتا۔

(الفضل ۲۶۔ نومبر ۱۹۳۱ء)

۱؎ البقرۃ: ۴۶' ۴۷

۲؎ بخاری کتاب الجھاد باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ

۳؎ مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم جلد احدیث نمبر ۲۳۸ مطبوعہ بیروت بار سوئم ۱۹۸۵ء

۴؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد